حیات امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک نظر

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ
شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد

شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ کی شخصیت علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ حضرت حافظ صاحب نے گذشتہ دنوں ایک کتاب پر تبصرہ رقم فرمایا جسے افادہ عام کیلئے ترجمان الحدیث میں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ)

ادارہ تحقیقات اسلامی، دینی علمی، فقہی اور قانونی کتب کے ترجمہ وتالیف اور تصنیف وترتیب کی انتہائی وقیع اور قابل قدر خدمات سرانجام دے رہا ہے جس پر وہ تحسین اور ہدیہ تبریک کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنے دین کی خدمت کی مزید توفیق ارزاں فرمائے۔

محترم/ میرے خیال مین ان کتب کا دائرہ استفادہ اور افادہ کو مزید توسیع دینے کی ضرورت ہے۔ آپ پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے بڑے بڑے جامعات تک ان کے تعارف اور ترسیل کے سلسلہ کو وسیع فرمائیں اور ان کے سامنے ان کا تفصیلی تعارف کروا کر ان سے استفادے کی طرف توجہ دلائیں اور اپنے دائرہ کار کو بھی کچھ وسیع فرمائیں جس طرح آپ نے امام ابوحنیفہ کے سلسلہ میں ایک عمدہ کاوش پیش کی ہے ان کے خصوصی تلامذہ امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور اسی طرح دوسرے ائمہ فقھاء اور محدثین کی فکر اور خدمات کو بھی اجاگر کریں کیونکہ آپ کا ادارہ ایک وسیع تناظر رکھتا ہے۔ اور اس کتاب کے مرتبین کے بقول ''الاسلام کا قانونی نظام جملہ مکاتب فکر کے فقہاء کی مشترکہ کاوشوں کا مرہون منت ہے۔ اسلامی فقہ کو ایک وقیع اور باثروت قانون نظام کی حیثیت دینے میں تمام فقھاء نے ایک قابل قدر کردار ادا کیا ہے''۔ اور اس لحاظ سے تمام فقہی مذاہب ہمارے لئے لائق احترام ہیں۔ اور دینی علوم کے آسمان کے آفتاب ومہتاب اور چمکدار ستارے ہیں۔ ہمیں تمام ہی سے کسب فیض کرنا چاہئے اور سب کی فقہ سے مستیز ومستفید ہونا چاہئے کسی ایک فقھی مکتب کے لئے تعصب نہیں رکھنا چاہئے۔ تعصب کی نذر ہوکر تو فقہی امام کے مقلد اپنی کتاب کو کالقرآن سمجھتے ہیں اور اپنی کتب فقہ کو ہی دین کی صحیح اور معتبر تعبیر قرار دیتے ہیں۔ اور اس انتہائی غلو اور تشدد آمیز جملہ کی جسارت کرتے ہیں جو ایمان ہی کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ مارا قول امام (ابو حنیفه) باید قول رسول کافی نسیت (العیاذ بالله) درس ترمذی علامه تقی عثمانی۔ (٦٢/٢)

اور یہ کہتے ہیں مذھبنا حق وصواب یحتمل الخطاءُ ومذھبٌ غیرنا باطل یحتمل الصواب۔

ہم بحمد اللہ تمام ائمہ کو قابل احترام اور واجب التعظیم سمجھتے ہیں لیکن کسی کو رسول نہیں سمجھتے۔

میرا مقصد یہ ہے تمام فقہاء اور ان کی کتب ہمارا مشترکہ ورثہ ہے۔ اور ان سے ہمیں کتاب و سنت کی روشنی میں بلا تعصب وتحزب استفادہ کرنا چاہئے۔

محترم اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ آپ نے اس سے پہلے ارسال کردہ کتاب ''مسند ابی حنیفۃؒ'' کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے بارے میں میری رائے کا انتظار ہے۔

تو گزارش یہ ہے کہ وہ کتاب تو یقیناً مجھے پہنچ گئی تھی اس کے ارسال کا بہت بہت شکریہ۔ اس کی تخریج وتحقیق برادرم حافظ عبدالشہید حفظہ اللہ نے کی ہے جو میرے ایک انتہائی مشفق اور مہربان استاد مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کے جگر گوشہ ہیں اور اس لئے نعمانی کہلاتے ہیں۔ میں جب جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تخصص فی التفسیر والحدیث کا طالب علم تھا تو برادرم عبدالشہید حفظ قرآن سے فراغت کے بعد ابھی درجہ متوسطہ کی کتب پڑھ رہے تھے۔ اور میں جامعہ سے چھٹی ہوجانے کے بعد سیدھا آفیسر کالونی میں ان کے والد محترم کے دولت خانہ پر حاضر ہوجاتا تھا جمعہ کے دن کے سوا روزانہ کا یہی معمول تھا، شام سے کچھ پہلے ان سے اجازت لے کر جامعہ کے ہاسٹل میں آتا تھا۔ جو ریلوے سٹیشن کے قریب تھا۔ اس لئے میری یہ انتہائی خواہش تھی اور اپنے استاد محترم کا حق سمجھتا تھا کہ ان کے صاحبزادے کی کاوش اور خدمت پر اس کو داد دُوں اور اس کی حوصلہ افزائی کروں لیکن اپنی تدریسی، تصنیفی، اور انتظامی مصروفیات کی بناء پر وقت نہ نکال سکا۔ کہ پوری توجہ اور دلجمعی سے کتاب دیکھ سکوں، اس لئے کتاب ایک دوسرے استاد کے حوالہ کی کہ وہ بغور اس کا مطالعہ کریں اور مجھے کچھ نشان دہی کر دیں اور میں ان ضروری باتوں کی روشنی میں کتاب کا مطالعہ کرکے کچھ لکھ سکوں، لیکن اس ساتھی کا تبادلہ ہوگیا اور وہ کتاب بھی ساتھ ہی لے گئے اور ان سے رابطہ بھی نہ رہا۔ اس لئے خواہش کے باجود اس کتاب کے بارے میں کچھ لکھ نہیں سکا۔

محترم ! اب آپ نے دوسری کتاب ارسال فرمائی ہے تو میں نے ضروری خیال کیا کہ ضروری مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں۔ جہاں تک ایک امام کی فکر وحیات اور خدمات کے اجاگر کرنے

کا تعلق ہے تو یہ ایک لائق تحسین کاوش ہے اور اس کی خدمات کا ایک حد تک اعتراف ہے۔ لیکن مختلف عنوانات پر لکھنے والوں کی تحریر اور ان کے نظریہ وفکر پر تحقیقی اور تنقیدانہ رائے پیش کرنے کا مجھے بھی حق حاصل ہے۔ کیونکہ تحقیق پر کسی کا اجارہ نہیں ہے۔ اس لئے اس کے مندرجات پر ترتیب وار اپنی رائے پیش خدمت کرتا ہوں، اس کے ضمن میں ہی بعض لفظی (کتابت کی) اور اصطلاحی غلطیوں کی نشاندہی بھی کروں گا۔

محترم! کتاب کا حرف اول، شعبہ تدوین و ترجمہ کی طرف سے ہے جس میں اختصار اور بڑی عمدگی کے ساتھ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی نشر واشاعت فقہ حنفی اور تصوف کی ترویج وفروغ کے اسباب کو بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں فقہ اور اصول فقہ اور کتب فتاوی کا عہد بعہد تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور مذاہب اربعہ کے تقابلی مطالعہ اور اس سلسلہ میں فقہ حنفی کی ترجیح پر لکھی جانے والی کتب کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس طرح ایک بہت اچھا معلوماتی مضمون ہے۔ جو قابل مطالعہ ہے لیکن اس میں غلطی سے رد المحتار کو ردالمختار لکھ دیا گیا ہے۔

اس کے بعد پیش لفظ ہے جس میں فقہ حنفی کی مقبولیت کی وجوہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اس کتاب کے منظر عام پر آنے کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ اور اسلام کے قانونی نظام کے سلسلہ میں اسلام کے دقیع اور گراں قدر فقہی سرمائے کو اجاگر کرنے کی ضرورت و اہمیت بیان کی ہے اور تمام فقہاء کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ جو انتہائی وسعت ظرفی اور کشادہ دلی کا تحریری ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جذبہ اور فکر کو عام فرمائے، اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کا پہلا حصہ حنفی اصول فقہ اور حدیث کے عنوان پر ہے۔ اس میں پہلا مضمون محترم مولانا گوہر رحمان صاحب کا ہے جو امام ابوحنیفہ کے فقہی اصول کے عنوان پر ہے۔ جس کے شروع میں فقہاءِ اسلام اور ائمہ مجتہدین کی گراں قدر خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کیا گیا ہے۔ فرقہ بندی اور عصبیت سے کنارہ کشی کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کے بعد فقہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور اس کی ضرورت و اہمیت کو بیان کیا ہے اس کے ضمن میں امام ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعریف نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ فقہ صرف قانونی اور فروعی احکام کا نام نہیں ہے پورے دین (عقائد، عبادات، اور احسان) کا نام ہے۔ اور قرآن و سنت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اسی طرح مولانا نے بہت محنت و کاوش سے فقہ کے صحیح مفہوم کو اجاگر کیا ہے۔ اس کے بعد فقہ حنفی کے بنیادی مآخذ و مصادر کو واضح کیا ہے اور یہ مصادر اور مآخذ وہ ہیں جن کا کوئی بھی فقیہہ اور امام انکار نہیں کرتا، لیکن اصل چیز ان کا استعمال اور انطباق ہے حدیث رسول کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہ کا موقف بالکل صاف اور واضح ہے اور بقول مولانا صاحب، ان کے جو اقوال مستند کتابوں کے حوالوں کے ساتھ نقل ہوئے ہیں ان میں کہیں یہ شرط نہیں ملتی کہ حدیث متواتر ہو یا مشہور اور نہ یہ شرط ہے کہ خبر واحد کا راوی اگر فقیہہ اور مجتہد نہ ہو تو وہ اس وقت حجت بن سکتی ہے۔ جب قیاس کے مطابق ہو۔ ص ۱۱۔۱۲) اس طرح خبر واحد سے قران کے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کا مسئلہ ہے امام صاحب سے اس کے بارے میں کچھ منقول نہیں ہے۔ لیکن متاخرین احناف نے اپنی طرف سے قاعدے وضع کر کے امام صاحب کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔ اور خبر واحد کے قبول کرنے کیلئے ایسی شروط عائد کر دی ہیں جن کی موجودگی میں اکثر و بیشتر اخبار آحاد حجت ہونے اور استدلال کے لائق نہیں رہتیں جب کہ احادیث اکثر و بیشتر خبر واحد ہیں۔ ان وضعی قواعد کی تفصیل کیلئے دیکھئے حجۃ اللہ البالغۃ المبحث السابع ج ۱، ص ۱۶۰۔۱۶۱، بلکہ امام کرخیؒ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کل آیۃ او کل حدیث یخالف مذھبنا فھو "امامنسوخ اومئول اس کا اثر ہے کہ اگر امام صاحب کا قول کسی حدیث سے ٹکراتا ہو تو تراش خراش اور تاویل حدیث میں کی جاتی ہے۔ امام صاحب کا قول اپنی جگہ قائم رہتا ہے گویا اصل اور مرکز امام صاحب کا قول ہے اور کتاب وسنت اس کے تابع ہیں۔

بہر حال موصوف نے امام صاحب کے جو فقہی اصول لکھے ہیں اگر حنفی فقہ کو ان کے تابع رکھا جاتا تو باقی ائمہ کے ساتھ اختلاف بہت کم رہ جاتا۔ (معذرت کے ساتھ) یہ اصول محض کتابی اور علمی ہیں۔ ان پر احناف کا عمل نہیں ہے۔ عمل متاخرین کے اصولوں پر ہے۔

اس طرح علامہ عبدالعلی نے فواتح الرحموت میں اجتہاد وتقلید کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے مولانا نے اسے نقل کیا ہے اگر اس کو قبول کر لیا جائے تو فرقہ وارانہ فقہی تعصب میں نمایاں کمی واقع ہو سکتی ہے۔ بہر صورت مولانا صاحب کا مضمون بہت وقیع ہے اور امام صاحب کے صحیح اصول بیان کئے گئے ہیں جن سے اختلاف ممکن نہیں ہے۔ بات صرف ان کے استعمال اور تطبیق کی ہے۔

اس مضمون میں بعض لفظی غلطیاں ہیں۔

صفحہ ۱۴ پر ہے "قرآن کے عام حکم پر صحیح الاسناد، خبر واحد، صحیح الاسناد کے ذریعے کوئی قید لگانا" خبر واحد کے بعد پھر صحیح الاسناد لکھنا درست نہیں ہے۔

صفحہ ۱۹ پر ہے: لیکن اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ بات صحابی کی اپنی رائے، غیر صحابی کی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہے غیر صحابی کی رائے کا لفظ یہاں نہیں ہونا چاہئے۔

2: دوسرا مضمون امام ابو حنیفہ کے فقہی اصول و قواعد اور ان کی خصوصیات ہے۔ جو محترم مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب کا ہے۔ یہ پورا مضمون انتہائی غیر متوازن اور غیر معتدل ہے جو محض ادعا اور تعلّی پر مبنی ہے۔ اس کا ہر جز قابل گرفت ہے۔ اس کی حقیقت دیکھنی ہو تو حافظ ابن قیم کی لاجواب کتاب اعلام الموقعین کا دوسرا جز دیکھ لیں۔ جس میں متاخرین احناف نے خبر واحد کی قبولیت کے لئے جو شروط لگائی ہیں ان کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے شروع میں صفحہ ۳۰ کی دوسری سطر میں ہے لہٰذا امام ابوحنیفہؒ نے اصول فقہ کی تعریف میں "فقہ کے لفظ سے پہلے اصول کا لفظ زائد معلوم ہوتا ہے۔

3: تیسرا مضمون محترم مولانا علی اصغر چشتی صاحب کا ہے جس کا عنوان ہے اصول امام ابوحنیفہ کے اصول اخذ وتحدیث اس کی پہلی سرخی ہے:

سند میں اتصال اور ارسال یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے کہ مرسل حدیث حجت ہے یا نہیں، ہر فریق اپنے دلائل رکھتا ہے اور ان کا موازنہ کر کے رائے قائم کی جا سکتی ہے۔لیکن موصوف نے مرسل حدیث کی تعریف یہ کی ہے ''حدیث مرسل اصطلاح میں وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی سند میں صحابی کا واسطہ حذف کر دیا گیا ہو۔صفحہ ۴۷۔اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر گرنے والے واسطہ کا تعین ہو جائے کہ وہ صحابی ہے تو پھر تو یہ روایت بلا اختلاف قبول ہوگی کیونکہ یہ تو اہل السنۃ کا متفقہ موقف ہے الصحابة كلهم عدول۔

جو مرسل روایت کو قبول نہیں کرتے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ، صحابی سے بیان کرنے والے تین چار تابعین ہوتے ہیں۔اس لئے پتہ نہیں گرنے والے راوی کونسے ہیں اور وہ قابل اعتماد ہیں یا نہیں۔

دوسری سرخی ہے (ضبط راوی) اس میں امام صاحب کا موقف تشدید پر مبنی قرار دیا گیا ہے۔ اور امام مالک کا موقف بھی یہی قرار دیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی کی وہی روایت حجت ہے جو اسے سننے سے لے کر بیان کرنے تک زبانی یاد ہو'' گویا امام صاحب اور امام مالک کے نزدیک ضبط کتاب کافی نہیں ہے۔ضبط صدر (زبانی یاد ہونا) ضروری ہے۔یہ بات مختلف کتب کے حوالہ کے ساتھ مختلف ائمہ سے بیان کی ہے، اور اس کی تائید کی ہے اور اس کو اہتمام کا نام دیا ہے۔اور اس پر امام سیوطی کا یہ تبصرہ نقل کیا ہے هذا مذهب تشديد و قد استقر العمل على خلافه فلعل الرواة في الصحيحين من لم يوصف بالحفظ لا يبلغون النصيف'' لیکن اس کا ترجمہ درست نہیں کیا۔کہ اس موقف میں انتہائی درجہ کی احتیاط دیگر محدثین روایت وتحدیث کے سلسلہ میں اس اصول کو اپنا لیں۔اس معیار کے پیش نظر صحیحین کا جائزہ لیا جائے تو نصف راوی ایسے ملیں گے جو ضبط کی اس شرط پر پورے نہ اتریں گے۔ صفحہ ۵، صحیح ترجمہ یہ ہے یہ تشدید پر مبنی موقف ہے اور عمل اس کے مخالف قرار پکڑ چکا ہے۔یعنی بعد والوں نے اس موقف کو قبول نہیں کیا۔شاید صحیحین کے راوی جو اس حفظ میں سے متصف نہیں ہیں وہ نصف بھی نہ ہوں یہ عبارت قابل مراجعت ہے مجھے تدریب الراوی نہیں مل سکی۔

3: تیسری سرخی ہے، شہرت اور تواتر اس کے تحت لکھا ہے قد كان الامام ابو حنيفه يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله ﷺ قبل العمل به ان يرويه عن ذالك اصحابي جميع اتقياء عن مثلهم وهكذا (صفحه ۵۲، امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ سے منقول حدیث پر عمل کرنے سے پہلے یہ شرط لگاتے تھے کہ اسے صحابی سے متقی لوگوں کی ایک جماعت نقل کرے اور بعد کے طبقات میں بھی یہی جماعت قائم رہے۔

پانچویں سرخی ہے روایت باللفظ، اس کے تحت روایت بالمعنیٰ کے جواز اور عدم جواز پر بحث کرتے ہوئے امام صاحب کا موقف یہی قرار دیا ہے کہ روایت بالمعنیٰ کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔

اس طرح موصوف نے مدلل طریقے سے باحوالہ امام صاحب کے اخذ وتحدیث کے سلسلہ میں پانچ اصول بیان کئے ہیں۔ان مین سے چوتھا سماع اور قرأت کے بارے میں ہے۔لیکن اس کا تعلق تو اخذ وتحمل سے ہے۔کہ حدیث استاد سنائے یا شاگرد پڑھے، اس لئے یہ زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہے۔

باقی چار میں سے پہلا حدیث مرسل، وہ تیسرے اصول شہرت وتواتر کے منافی ہے۔گرنے والے راوی کا پتہ ہی نہیں وہ کون ہے تو یہ شرط کہ کسی صحابہ سے بیان کرنے والے جمع اتقیاء ہوں، اتقیاء کا پتہ کیسے چلے گا اس طرح دوسری تیسری اور پانچویں شرط کا اگر انطباق کیا جائے تو ان پر تو صحیحین کی روایت بھی پوری نہیں اترتیں جن کی صحت پر بقول امام عینی علماء کا اجماع ہے (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۴) صحیح بخاری کی روایت متصل بلا تکرار چھبیس سو دو ۲۶۰۲ ہیں اور امام ابو حنیفہ دو ہزار احادیث صرف اپنے استاد حماد سے اور دو ہزار باقی اساتذہ سے بیان کرتے تھے، ص ۸، اور یہ تمام احادیث مسند خوارزمی میں ہوں گی تو امام صاحب نے یہ احادیث کیسے قبول فرمالیں جبکہ بقول امام شاہ ولی اللہ یہ کتب حدیث کے چوتھے طبقہ میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ حجۃ اللہ صفحہ ۱۳۵ اور صورت حال یہ ہے کہ اس پر پہلے طبقہ کی کتب بھی پوری نہیں اترتیں اور ہدایہ میں اکثر ضعیف حدیثوں کا [illegible] گیا ہے۔جیسا کہ نصب الرایہ امام زیلعی [illegible] ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال صاحب مضمون کی محنت قابل داد ہے۔انہوں نے ہر بات باحوالہ پیش کی ہے۔چوتھا مضمون ''حنفی نظریہ استحسان اور عصری مسائل'' ہے۔ جو قابل ستائش کاوش ہے۔یہ نظریہ دوسرے فقہاء نے بھی استعمال کیا ہے۔کسی نے مصالحہ مرسلہ کے نام سے اور کسی نے سد ذرائع کے عنوان سے لیکن بعض مواقع پر اس کے استعمال میں افراط وغلو سے کام لیا گیا ہے۔اس کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں الاستحسان تلذذ قول بالهوى يا من استحسن فقد شرع الدوآمدی، ج ٤، ص ۲۰۹، اس کو بقدر ضرورت ہی استعمال کرنا چاہئے جیسا کہ محترم مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے کیا ہے۔لیکن اس مضمون میں ص ۸۰ پر بعالہ کی تعریف کی گئی ہے۔کسی مخصوص کام کی انجام دہی پر ایک متعین معاوضہ ادا کرنے کے وعدے کا نام ہے اس میں اگرچہ کام انجام دینے والا فرد نامعلوم ہوتا ہے'' ۔کام کے انجام دینے والے فرد کا نامعلوم ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔بعالہ میں کام کرنے والا فرد متعین ہوتا ہے۔

اسی طرح صفحہ ۹۶ پر عبارت ہے'' اسی طرح شہری کو دیہاتی سے چیز خرید وفروخت کرنے کی'' یہ شہری کو دیہاتی سے'' کی بجائے شہری کو دیہاتی کی چیز'' ہونا چاہئے۔

(2) **(دوسرا حصہ)**

امام ابو حنیفہ، عہد اور شخصیت

اس کا پہلا مضمون ہے۔شعوبیت اور امام ابو حنیفہ: شعوبیت سے آگاہی کے اعتبار سے یہ

مضمون معلوماتی ہے لیکن امام صاحب جیسی شخصیت پر یہ الزام مضحکہ خیز ہے اس کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں ان کا علویوں کی حمایت کرنا اور ان کی حکومت کے مخالف مہموں میں ان کے ساتھ دینے پر کچھ لکھا جاتا تو مناسب تھا۔ اسی مضمون میں بعض احادیث کے تحت (۱) اگر علم ثریا سے بھی لٹکا ہو تو اسے ایران کا ایک آدمی ضرور پائے گا اسے مراد اگر یہ حدیث ہے لو كان الايمان عند الثريا لناله رجال اور رجل من هو لاء ۔تو پھر یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اس کے مصداق میں اختلاف ہے صحیح بات یہ ہے اس سے مراد غیر عرب ہیں۔ وہ ایرانی ہوں یا رومی یا کوئی اور۔ تو پھر اس حدیث کو جعلی قرار دینا بڑی جسارت ہے۔ دوسرا مضمون محترمہ از کیا ہاشمی صاحبہ کا ہے۔ جس میں امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور امام صاحب پر اعتراضات کے آٹھ اسباب بیان کئے گئے ہیں اور ان کا معقول انداز میں شائستہ انداز سے جواب دیا گیا ہے اور پھر امام ابوحنیفہ پر نقد و جرح اور اس کے اہم ماخذ کے تحت، امام ابوحنیفہ اور ابن ابی شیبہ، امام ابوحنیفہ اور امام بخاری، نعیم بن حماد اور ان کی تنقید حمیدی اور ان کی تنقید، امام ابوحنیفہ، نسائی، دارقطنی، ابن عدی اور حاکم کی نظر میں،

تاریخ بغداد: نقد و جرح کا اہم ماخذ، ان کا حنفی نقطہ نظر سے جواب دیا گیا ہے پھر دفاع امام ابو حنیفہ اس کے اہم ماخذ اور ان پر نقد و نظر، مطاعن و اعتراضات کے رد پر مبنی کتب، مذہب ابی حنیفہ کی ترجیح پر کتب، امام صاحب کے متعلق نقل کردہ مشہور اعتراضات اور ان کا تجزیہ، ان عنوانات کے تحت انتہائی عرق ریزی اور انتہائی محنت و کاوش سے کافی مواد مہیا کیا گیا ہے۔ یہ مضمون بہت اچھا اور معلوماتی ہے۔ امام صاحب پر اعتراضات کے جواب میں تین انتہائی جامع کتابیں لکھی ہیں۔ سب پر فائق اور انتہائی تحقیق و تدقین کی حامل کتاب، شیخ محمد بن زاہد کوثری کی تانیب الخطیب کو قرار دیا گیا ہے جس کا مدلل اور مسکت جواب التنكيل بما في تانيب الكوثرى مين من الاباطيل کی صورت میں دو جلدوں میں دیا گیا ہے۔ طلیعہ تو محض اس کا مقدمہ ہے۔ دوسری کتاب علامہ شبلی کی سیرت النعمان ہے جس کا جواب علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی نے حسن البیان میں دیا ہے۔ اور اب ایک کتاب الواز الباری شرح صحیح بخاری کے مقدمہ کی دو جلدوں کی صورت میں آئی ہے۔ جس کا انتہائی تفصیلی جواب اللمحات الى ما فى انوار البارى من الظلمات کی صورت میں آیا ہے۔ جو محترم مولانا محمد رئیس ندوی صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ ان کو دیکھ کر پتہ چل سکتا ہے کہ جوابات میں کس قدر وزن ہے۔

(3) تیسرا حصہ حنفی فقہ کی تدوین و اشاعت ہے۔ پہلا مضمون، محترم طفیل ہاشمی صاحب کا ہے۔ جو ایک معلوماتی اور ادعائی مضمون ہے جسمیں حنفی فقہ کو شورائی مذہب قرار دیا گیا ہے۔ جس کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ آپ نے ایک مجلس ترتیب دی تھی اور اس کے تعاون سے فقہ حنفی کو مرتب کیا گیا ہے۔ آخر میں امام ابوحنیفہ کی مجلس فقہ کے نام ایک مستقل مضمون دیا گیا ہے۔ اور اس سے پہلے برصغیر میں حنفی فقہ کا ارتقاء کے عنوان سے ایک نہایت وقیع اور معلوماتی مضمون ہے جو محترم محمد یوسف فاروقی صاحب نے بڑی محنت، کوشش سے مرتب کیا ہے مجلس علمی کے قیام پر محترم ہاشمی صاحب اور محترم افتخار الحسن میاں نے بہت زور صرف کیا ہے۔ جس کا منبع و مصدر علامہ موفق مکی کی کتاب ہے۔ اس مجلس کے بارے میں یہ دعوی کیا گیا ہے۔ کہ جب کوئی واقعہ یا حادثہ یا مسئلہ سامنے آتا۔ تو امام صاحب اسے مجلس مشاورت کے سامنے پیش فرماتے ان کے دلائل (آثار و اخبار) سنتے اور اپنی بات بھی فرماتے ۔ایک ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک بحث چلتی رہتی۔ آخر میں کسی ایک قول پر متفق ہو جاتے تو اسے امام ابو یوسف ثبت فرماتے۔ ردالمحتار، ج۱، ص۵۰، ہاشمی صاحب کا مضمون ۱۸۱ اور بقول محترم افتخار الحسن صاحب اس کی تشکیل ۱۲۰ھ میں ہوئی اور تدوین فقہ کا یہ پرشکوہ کام ان کی رحلت تک تیس برس جاری رہا۔ ص ۲۱۴، امام ابو یوسف مجلس فقہ کے سیکرٹری کے طور پر مجلس کے استنباط کردہ متفقہ مسائل قلمبند کرنے کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ص ۲۲۳ اور امام محمد مجلس فقہ کے مددگار کاتب یعنی اسسٹنٹ سیکرٹری تھے ص ۲۲۹، اور ان کے ساتھ امام زفر بن ہذیل بھی ایک رکن رکین تھے۔ جن کی آراء کو امام صاحب بہت اہمیت دیتے تھے، ۲۲۶۔

یہ چار حضرات اس علمی مجلس کے انتہائی اہم اور بنیادی رکن ہیں ظاہر ہے اس تحقیقی و علمی مجلس کی رکنیت کیلئے وسیع تجربہ اور کثیر المطالعہ کی ضرورت ہے جو امام ابو حنیفہ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اس مجلس کے سیکرٹری کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی ہے گویا مجلس کی تاسیس کے وقت اس کی عمر سات آٹھ سال تھی۔ مددگار کاتب کی ولادت ۱۳۲ھ مین ہوئی۔ گویا وہ مجلس کی تاسیس کے بارہ سال بعد پیدا ہوا ہے اور وہ اس مجلس کا بنیادی رکن کیسے بن گیا۔

امام زفر کی ولادت ۱۱۰ ھ میں ہوئی ہے تاسیس کے وقت اس کی عمر گیارہ سال بنتی ہے۔ اس چالیس رکنی کمیٹی کا مکمل تجزیہ و تحلیل لمحات کی تیسری جلد کا تقریباً نصف آخر اور چوتھی مکمل جلد میں کیا گیا ہے۔ اور ہر رکن کی علمی حیثیت اور حنفی موقف سے اس کا تعلق نمایاں کیا گیا ہے۔ جس سے ثات ہوتا ہے۔ یہ محض ایک مفروضہ ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نیز اس کے متفقہ مسائل کی کیفیت یہ ہے کہ صاحبین نے ایک تہائی مسائل میں امام صاحب کی مخالفت کی ہے۔ ردالمختار ج۱ ص۵۰، جبکہ بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ دو تہائی مسائل میں مخالفت کی ہے اور حنفی فقہ کے بہت بڑے وکیل علامہ کوثری نے لکھا ہے خالف فر وابو يوسف، محمد ابا حنيفه في مسائل اصلية افرعيه كما هو ظاهر من كتب المذهب حسن التقاضي ص۵۹، کیا اصول اور فروع میں مخالفت کرنے والے متفق شمار کئے جاسکتے ہیں۔

آخری گزارش یہ ہے قیاس کے سلسلہ میں وہی موقف اختیار کرنا چاہئے جو امام صاحب کا تھا جسے موفق مکی نے زہیر بن معاویہ سے نقل کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆